18

ہر احمدی کے امتحان کا یہ موقع ہے کہ اگر وہ زیادہ قربانی نہیں کرسکتا تو وصیت والی قربانی کر دے

(فرمودہ 4 جون 1948ء بمقام رتن باغ لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں آج خطبہ جمعہ مختصر ہی پڑھنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے صبح سے سر درد کا دورہ ہے اور اس آندھی نے اس کی وجہ بھی بنا دی ہے۔ میرے جسم میں کوئی ایسی مرض ہے کہ آندھی آنے سے مجھے سر درد شروع ہو جاتا ہے بلکہ کبھی سر درد پہلے شروع ہو جاتا ہے اور پھر آندھی آ جاتی ہے۔ شاید بجلی کی رَو کا کوئی اثر ہو۔

مَیں نے گزشتہ ہفتہ جماعت کو اِس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ہماری ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہیں اور ہماری قربانیاں بھی پہلے سے بہت زیادہ ہونی چاہییں۔ مَیں نے جماعت کو بتایا تھا کہ قادیان سے آنے کے بعد جو تحریک مَیں نے کی تھی کہ جماعت کے لوگ پچیس سے پچاس فیصدی تک اپنی آمدنیاں دیں یہ تحریک آہستہ آہستہ کچھ بڑھی تو سہی مگر اس نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ جماعتی تحریک کہلا سکے۔ اور جب تک کوئی تحریک جماعتی تحریک نہ بنے اُس وقت تک جماعت کو اس کے

نتیجہ میں برکات حاصل نہیں ہوتیں صِرف چند افراد تک وہ برکات محدود رہتی ہیں۔ اس کے بعد مَیں نے کچھ تبدیلیاں اس پہلی تجویز میں کیں اور مَیں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ ہمیں اِس نئی تحریک کے دو معیار مقرر کرنے چاہییں۔ ایک تو یہ کہ جماعت کے احباب ساڑھے سولہ فیصدی اپنی آمد کا چندہ میں دیں اور دوسرا اونچا معیار یہ ہو کہ 33 فیصدی دیں۔ اس کے درمیان جتنی جتنی کسی کو توفیق ہو دے۔ مگر کم سے کم اس تحریک کے علاوہ ہماری جماعت کے ہر بالغ فرد کو خواہ وہ عورت ہو یا مرد اِس بات کا پختہ عہد کر لینا چاہیے کہ وہ جلد سے جلد وصیت کر دے کیونکہ وصیت کا سوال روپیہ کے لیے بھی ہمارے لیے ضروری ہے اور اِس لیے بھی ضروری ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں قادیان کے چُھٹ جانے اور مقبرہ بہشتی کے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے اب اِس جماعت کا تعلقِ اخلاص مقبرہ سے اُس قسم کا نہیں ہوسکتا جس قسم کا پہلے تھا۔ ہم نے اپنے مخالف کو جواب دینا ہے اور اسے بتانا ہے کہ ہمارا ایمان اِن چیزوں سے وابستہ نہیں۔ ہمارا ایمان خدا تعالیٰ کے وعدوں سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ کے وعدوں کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی خاص خطّہ سے پورے ہوں۔ یہ چیز اُن وعدوں کے پورا ہونے کی ایک ظاہری علامت تو ہے مگر باوجود اِس کے کہ یہ ظاہری علامت کچھ عرصہ کے لیے مٹ جائے یا کمزور پڑ جائے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ علامت جس چیز کی قائم مقام ہے وہ ہمیشہ زندہ رہے گی اور اُس پر ہمارا ایمان قائم رہے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود ایک علامت تھا اسلام کے لیے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فوت ہونے کے بعد اور اِس علامت کے غائب ہونے کے بعد اسلام سے ہمارا تعلق کمزور نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود ہمارے اندر احمدیت کی ایک علامت تھا مگر آپ کی وفات کے بعد اور اِس علامت کے محو ہونے کے بعد احمدیت پر ہمارا ایمان کمزور نہیں ہوا۔

مجھے یاد ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے میری عمر 19 سال کی تھی۔ اُس وقت جماعت کے بعض کمزور لوگ ایسے بھی تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر شُبہ پیدا ہوا کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اور آپ کی وفات آپ کی صداقت کو مشتبہ کر دیتی ہے۔ ایسے ایک دو آدمی ہی تھے مگر میرے کان میں اُن کی باتیں پڑیں۔ گو وہ بڑی احتیاط سے باتیں کرتے تھے اور صرف اِس رنگ میں گفتگو کرتے تھے کہ لوگ کہیں گے فلاں فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اب کیا بنے گا اور دشمن کے اعتراضات کا کیا جواب دیا جائے گا؟ جب میرے کان میں

اُن کے یہ الفاظ پڑے مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش کے پاس گیا اور آپ کے سرہانے کھڑے ہوکر مَیں نے خدا تعالیٰ سے یہ وعدہ کیا کہ الٰہی! میرا یہ یقین ہے کہ یہ شخص تیری طرف سے ہے اور تُو نے ہی اِس کو مسلمانوں کی ترقی اور اُن کے احیاء کے لیے بھیجا ہے مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ چند لوگوں کے دلوں میں اِس کی صداقت کے متعلق شبہ پیدا ہو رہا ہے۔ مَیں اِس شخص کی لاش کے سامنے کھڑے ہوکر تیرے حضور یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ایک احمدی بھی باقی نہ رہے اور سارے کے سارے مرتد ہو جائیں تب بھی مَیں اِس تعلیم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ بے شک ایک 19 سالہ نوجوان کے منہ سے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے اور شاید اکثر اوقات انسان ایسا عہد کچھ دنوں کے بعد بھُولنا شروع کر دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ ایسے حالات پیدا ہوتے رہے جن میں اِس عہد کو بار بار دُہرانے اور اِس عہد کو بار بار پورا کرنے کے سامان پیدا ہوتے رہے۔ اب جبکہ میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہے اٹھاون سال میری عمر میں سے گزر چکے ہیں اور اُنسٹھواں سال جا رہا ہے۔ پھر ایسا واقعہ پیش آیا جس نے احمدیت کو بظاہر اس کی بنیادوں سے ہِلا دیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے پھر مجھے اِس عہد کو پورا کرنے کی توفیق بخشی اور اب بھی مَیں یہی سمجھتا ہوں کہ اگر ساری جماعت مرتد ہو جائے تب بھی اِس عمر تک پہنچ جانے کے باوجود مَیں یہ امید اور یقین رکھتا ہوں کہ پھر نئے سرے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو قائم کر دوں گا اور مَیں سمجھتا ہوں ہر مومن کے لیے یہی معیار اُس کے ایمان کے پرکھنے کے لیے ہونا چاہیے۔ جب تک ہم میں سے ہر شخص اِس معیار پر پورا نہیں اُترتا، جب تک زید اور بکر کی طرف سے اُس کی نظریں ہٹ نہیں جاتیں اور جب تک وہ یہ نہیں سمجھتا کہ میرے ذریعہ سے ہی اسلام نے قائم ہونا ہے اُس وقت تک وہ حقیقی خدمت احمدیت کی نہیں کر سکتا۔

سو اِس مصیبت کے وقت میں ہمارا فرض ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں ہر احمدی کے امتحان کا یہ موقع ہے کہ اگر وہ زیادہ قربانی نہیں کر سکتا تو وصیت والی قربانی کر دے اور دشمن کو بتا دے کہ قادیان کے نکلنے کو ہم صرف ایک عارضی مصیبت سمجھتے ہیں ورنہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ مقام ہمارا ہے اور ہماری لاشیں وہیں دفن ہوں گی۔ میری اِس تحریک کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک رَو چلنی شروع ہوگئی ہے اور اب مَیں دیکھتا ہوں کہ روزانہ اچھی خاصی اطلاعیں ایسے لوگوں کی طرف سے آ جاتی ہیں جنہوں نے

اپنی آمدنیں ساڑھے سولہ سے 33 فیصدی تک وقف کر دی ہیں یا دس فیصدی تک اُنہوں نے وصیت کر دی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ تحریک جاری رکھی جائے تو جماعت میں جس قسم کا ایمان پایا جاتا ہے اس کے لحاظ سے شاید ایک سال کے اندر اندر ہر احمدی موصی بن جائے اور اکثر احباب اپنی آمدنیں ساڑھے سولہ سے 33 فیصدی تک وقف کر دیں۔ بعض دوست جنہوں نے اپنی آمد کا اِس سے زیادہ حصہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے مثلاً وہ چالیس فیصدی دیتے ہیں یا پچاس فیصدی دیتے ہیں اُنہوں نے کہا ہے کہ ہم اپنے وعدوں پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ سو اگر وہ زیادہ چندہ دینا چاہتے ہیں تو بے شک دیں یہ امر اُن کی مرضی پر منحصر ہے مگر قانون کے لحاظ سے اُن کو اِس امر کی اجازت حاصل ہے کہ جب بھی ان میں سے کسی کو تکلیف محسوس ہو وہ اپنے چندہ کو پچاس فیصدی سے 33 فیصدی تک گرا دے یا 33 فیصدی تک وعدہ کرنے والا اس چندہ کی آخری حد یعنی ساڑھے سولہ فیصدی تک اپنے چندہ کو گرا دے۔ حالات کے مطابق دوستوں کا اپنے چندہ دینے کی نسبت کو بدل دینا بالکل جائز ہے۔ اِسی طرح حالات کے بدلنے کی وجہ سے جو بڑھا سکے اُسے بڑھا بھی دینا چاہیے۔ پس اگر کسی کو زیادہ چندہ دینے سے تکلیف پہنچ رہی ہو تو اُسے گھبراہٹ کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ دفتر کو صرف اطلاع دے دے کہ پہلے مَیں 33 فیصدی چندہ دیا کرتا تھا اب 25 فیصدی یا بیس فیصدی یا ساڑھے سولہ فیصدی دوں گا۔ اِسی طرح اگر آج کسی نے ڈرتے ڈرتے ساڑھے سولہ فیصدی آمد دینے کا وعدہ کیا ہے مگر کل اُس کے حالات اچھے ہو جاتے ہیں یا اُس کا ایمان بڑھ جاتا ہے تو ساڑھے سولہ سے 33 فیصدی تک اپنے چندہ کو بڑھا سکتا ہے۔ اِن دو حدوں کے درمیان چکر کھانا ہر شخص کی مرضی پر رکھا گیا ہے اور چونکہ اِسے مرضی پر رکھا گیا ہے اِس لیے دوستوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ وہ 33 فیصدی سے 25 فیصدی نہیں کر سکتے یا 25 فیصدی سے بیس فیصدی نہیں کر سکتے یا بیس فیصدی سے ساڑھے سولہ فیصدی نہیں کر سکتے یا ساڑھے سولہ فیصدی سے 33 فیصدی نہیں کر سکتے، حالات کے مطابق وہ اپنے وعدوں کو اوپر نیچے کر سکتے ہیں۔ وعدہ خلافی یا کسی قسم کی بدعہدی کا اِس میں کوئی سوال نہیں۔ اگر وہ اپنے وعدہ کو حالات کی مجبوری کی وجہ سے 33 فیصدی سے ساڑھے سولہ فیصدی تک گرا دیتے ہیں تو نہ یہ بدعہدی ہوگی اور نہ وعدہ خلافی ہوگی۔ قانون ہی ایسا لچکدار رکھا گیا ہے کہ انسان ضرورت کے مطابق اپنے چندہ کو اوپر نیچے کر سکتا ہے۔ ہاں قبل از وقت اطلاع دینا ضروری ہے تا قانون شکنی نہ ہو۔

غرض جماعت کے ایمان کے متعلق جو اظہار مَیں نے پچھلے خطبہ میں کیا تھا اِس ہفتہ نے اُس کو صحیح ثابت کر دیا ہے۔ مَیں نے کہا تھا کہ جماعت میں ایمان تو ہے مگر ضرورت اُس کو اُبھارنے کی ہے اور ضرورت تدریجی رنگ میں ترقی کرنے کی ہے۔ مَیں پچھلا خطبہ دے کر گھر گیا تو کئی رُقعے مجھے اُسی وقت پہنچ گئے۔ مردوں کے بھی اور عورتوں کے بھی۔ جن میں یا تو نئی وصیتیں کرنے کی اطلاع تھی یا زائد چندہ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اور مَیں دیکھ رہا ہوں کہ یہ رَو متواتر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کام کرنے والے اگر اچھی طرح کام کریں تو چھ ماہ یا سال کے اندر اندر ساری جماعت اِس معیار پر آ جائے گی۔ سو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سکیم کامیاب ہوگئی ہے اور آئندہ اَور بھی کامیاب ہوگی۔ اب سوال بظاہر حالات صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ کونسی جماعت اِس تحریک میں آگے بڑھتی ہے۔ جب ہم قادیان میں ہوتے تھے تو باوجود اِس کے کہ قادیان کی جماعت زیادہ تر غرباء پر مشتمل تھی پھر بھی ہر تحریک پر وہاں کے دوست جلد سے جلد لبیک کہتے اور بڑی سرگرمی اور جوش سے اُس میں حصہ لیتے۔ جب بھی کوئی تحریک ہوتی جمعہ کے بعد سے لے کر شام تک قادیان کی جماعت کی طرف سے اِتنی لَبَّیْک آ جاتی کہ حیرت آتی تھی۔ اب بھی مَیں دیکھتا ہوں کہ باوجود اِس کے کہ ہم لاہور میں ہیں زیادہ تر قادیان کے مجاہدین کی طرف سے ہی وعدے آتے ہیں۔ حالانکہ سُننے میں قادیان والے اور باہر والے دونوں برابر ہوتے ہیں۔ بہرحال ساری جماعتوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ تحریک خدا تعالیٰ کے فضل سے قبولیت کا جامہ پہن چکی ہے۔ اب جو لوگ یہ سوچ رہے ہیں کہ وہ کچھ دیر اَور انتظار کر لیں وہ صرف اپنے ثواب میں کمی کر رہے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس کی تقدیر ظاہر ہو چکی ہے۔ اب اِس تقدیر سے جلد یا بدیر فائدہ اُٹھانے کا سوال ہے۔ پس مَیں تمام جماعتوں کو (کیونکہ مَیں نہیں جانتا کس کے لیے آگے بڑھنا مقدر ہے) تنبیہہ کر دیتا ہوں کہ اِس تحریک کے متعلق ایک رَو چل چکی ہے۔ اب ان کے ثواب کی زیادتی یا کمی کا انحصار اِس تحریک میں جلد یا دیر سے حصہ لینے پر ہے۔ ایک ہی رقم ہے وہ جلدی حصہ لے کر زیادہ ثواب حاصل کر سکتے ہیں اور اِس رقم سے سُستی کر کے وہ کم ثواب لے سکتے ہیں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ رقابت اور ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کا وہ جذبہ

جو فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ [1] میں بیان کیا گیا ہے اُس کے مطابق تمام جماعت اپنے آپ کو صفِ اول میں شامل کرنے کی کوشش کرے گی"۔ (الفضل 30 جون 1948ء)

1: البقرة:149